OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مولانا شیر بہادر کے مقدمۂ تفسیر میں علوم قرآن کے مباحث: تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ

An Analytical Study of the Qur'anic Sciences Presented in the Introduction to Maulana Sher Bahadur's Tafsir

Nouman Ullah
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies,
Kohat Univercity of Science & Technology
noumanullah1219@gmail.com
Dr.Qaisar Bilal (CorrespondingAuthor)
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Kohat Univercity of Science & Technology
qaisarbilal@kust.edu.pk
Dr.Qazi abdul Manan (CorrespondingAuthor)
Chairperson, Department of Islamic Studies,
Kohat Univercity of Science & Technology

Abstract

This study examines the introductory discussions of Maulana Sher Bahadur's Qur'anic exegesis with special reference to the sciences of the Qur'an. It analyzes his views regarding the meaning of the Qur'an, its terminology, names, definitions, subject matter, and the concept of Tawhid. The research highlights Maulana Sher Bahadur's scholarly methodology, his reliance on classical sources, and his analytical approach in presenting Qur'anic sciences. The study concludes that his introduction provides a comprehensive foundation for understanding the Qur'an and reflects a balanced combination of traditional scholarship and academic analysis.

Keywords: Maulana Sher Bahadur, Introduction to Tafsir, Qur'anic Sciences, Tafsir, Tawhid

تمہید

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب، انسانیت کے لیے کامل ضابطۂ حیات اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اس کے معانی و مطالب کو سمجھنے کے لیے علمِ تفسیر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جبکہ علومِ قرآن ان اصول و مباحث کا مجموعہ ہیں جو قرآنِ کریم کے نزول، جمع و تدوین، اسماء، تعریف اور دیگر متعلقہ موضوعات کو واضح کرتے ہیں۔ ہر مفسر اپنے تفسیری منہج کی بنیاد انہی علوم پر استوار کرتا ہے، اس لیے کسی بھی تفسیر کے مقدمے کا مطالعہ اس کے علمی اسلوب اور فکری جہات کو سمجھنے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

مولانا شیر بہادر رحمہ اللہ نے اپنی صوتی تفسیر کے مقدمے میں علومِ قرآن کے متعدد اہم مباحث کو نہایت سادہ، مدلل اور تحقیقی انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے لفظِ قرآن کی لغوی و اصطلاحی تحقیق، قرآنِ مجید کے اسماء، تعریف، موضوع، عقیدۂ توحید اور اس کے دلائل جیسے بنیادی مباحث کو قرآن، حدیث اور ائمۂ علومِ قرآن کی آراء کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

زیرِ نظر تحقیق میں مولانا شیر بہادر کے مقدمۂ تفسیر میں مذکور علومِ قرآن کے اہم مباحث کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ ان کی علمی خدمات، تفسیری منہج اور علومِ قرآن کے میدان میں ان کے نمایاں کردار کو واضح کیا جاسکے۔ اس مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کلاسیکی مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق علومِ قرآن کو عام فہم اور مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔

لفظ قرآن کی تحقیق

لفظِ قرآن مصدر ہے اور لغت میں "پڑھنے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بعد ازاں یہ اللہ تعالیٰ کی اس مقدس کتاب کا عَلَم بن گیا جو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے: "قرأت الکتاب قرءًا و قراءۃً و قرآنًا"، یعنی میں نے کتاب پڑھی۔ اس مادّے کے متعدد مصادر آتے ہیں جن میں قراءۃ اور قرآن بھی شامل ہیں۔ لغوی اعتبار سے اس کا مفہوم مکتوب عبارت کو زبان سے ادا کرنا یا اس کا مطالعہ کرنا ہے۔

قَرَأْتُ الْكِتَابَ قِرَاءَةً، وَقَرَأْتُهُ قِرَاءً، وَقُرْآنًا، وَاقْتِرَانا[1] قرات فعل قرا ایک مصدر، قراتا دوسرا مصدر، قران تیسرا مصدر اور اقترانا چھوتا مصدر۔ اور اس کا معنی ہے نطق بالمکتوب اوطالعہ[2] یعنی مکتوب کا تکلم کرنا یا اس کو دیکھنا یعنی جو لکھا ہوا ہے کاغذ پر اس کو تکلم کرنا اور اس کا مطالعہ کرنا اس کو کہتے ہیں قرات الکتاب۔ اسی طرح

عرب کہتے ہیں قرء الشی قرء و قرانا ،جمع بعضہ الی بعضہ[3] یعنی جمع کرنا اور ضم کرنا یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جمع کیا ہے اور اس کے ساتھ لگا لیا ہے یعنی کسی چیز کو ترتیب کے ساتھ رکھنا ایک باب کو دوسرے باب سے لگایا ایک فصل کو دوسرے فصل سے لگایا یا ایک جملے کو دوسری جملے کے ساتھ لگایا تو اس کو کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ

لغت کے اعتبار سے وجہ تسمیہ قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا مطالعہ کیا گیا ہے اور قرءالشی اس کو جمع کیا گیا ہے اور قرآن مجید بھی بعض سورتوں کو بعض صورت اور بعض آیتوں کو بعض آیات کے ساتھ جمع اور ملایا گیا ہے اس لیے قرآن کو قرآن کہتے ہیں تو لغوی معنی قرآن میں آگیا۔

لفظ قرآن یہ علم ہے اور قرآن کے وصفی نام بہت زیادہ ہیں ۔یہ زیادہ کیوں ہے ؟اس لیے کہ کثرت الاسامی تدل علی شرف ذلک وعظمتہ[4] قرآن کے نام بہت ہے تو یہ اس کی شرافت اور عظمت پر دلالت کرتے ہیں ۔اللہ تعالی کے اسماء حسنی بہت ہے یہ اللہ جل جلالہ کی عظمت اور شرافت پر دلالت کرتے ہیں ۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء زیادہ ہے تو اس کی کرامت اور شرافت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح گھوڑوں کے نام بہت اس لیے اس کی عظمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ گھوڑے عرب کے ہاں معظم تھے اسی طرح تلوار کے بہت سارے نام ہیں اس لیے اس کے عظمت اور شرافت پر دلالت کرتے ہیں اور محبوبوں کے نام زیادہ ہیں کیونکہ یہ ان کے نزدیک عظمت اور شرافت والی چیز تھی۔

لفظ "قرآن" اگرچہ اس کتابِ الٰہی کا خاص نام ہے، تاہم اس کے اوصاف و القاب بکثرت ہیں۔ اہلِ علم کا اصول ہے کہ کسی چیز کے ناموں کی کثرت اس کے شرف، عظمت اور رفعتِ شان پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ بہت زیادہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ متعدد ہیں، اور عرب اپنے معزز و محبوب امور کے لیے مختلف نام استعمال کرتے تھے۔ قرآنِ مجید کے بھی بے شمار نام ذکر کیے گئے ہیں، جنہیں علماءِ علومِ قرآن، بالخصوص امام زرکشیؒ[5] اور امام سیوطیؒ نے اپنی تصانیف میں جمع کیا ہے۔ علامہ زرکشیؒ کی البرہان[6] اور علامہ سیوطیؒ کی الاتقان[7] یہ اصول قرآن کے دو اہم کتابیں ہیں اور ان کے بعد والے جو کتابیں ہیں، ان کے مباحث اکثر ان دو سے ماخوذ ہے۔ علامہ زرکشی رحمہ اللہ کی کتاب پہلی اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب دوسری ہے۔ بعض مباحث البرہان میں ہے، اتقان میں نہیں اور بعض اتقان میں ہے، برہان میں نہیں۔ ہر قرآن کے طالب علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کریں۔ یہ دونوں کتابیں بہت بہترین، بہت زبردست ہے۔ علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے نام جمع کیے ہیں ہم ان میں سے کچھ کا انتخاب کر کے نقل کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید کے ناموں میں سے ایک "مبین" ہے: ﴿تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ﴾[8] "یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔"

اس کا ایک نام "نور" ہے: ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾[9] "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔"

قرآن کو "کتاب"، اور "ہدایت" بھی کہا گیا ہے۔ ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۛ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾[10]

اور قرآن کو "شفا" اور "رحمت" بھی کہا گیا ہے۔ ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾[11]

یہ قرآنِ کریم کے چند معروف نام ہیں، ورنہ اس کے اوصاف و القاب اس سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں اہلِ علم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآن کی تعریف

علماءِ اسلام نے قرآنِ مجید کی متعدد تعریفیں بیان کی ہیں، جن کا مقصد اس کلامِ الٰہی کی حقیقت اور امتیازات کو واضح کرنا ہے۔ ان میں سے ایک مشہور تعریف یہ ہے:

اَلْكَلَامُ الْمُعْجِزُ الْمُنَزَّلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ، الْمَنْقُولُ بِالتَّوَاتُرِ، الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ.[12]

"قرآن وہ کلامِ الٰہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، اپنی سورتوں کے ساتھ معجز ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے، جو مصاحف میں محفوظ ہے، اور جو ہم تک تواتر کے ساتھ منتقل ہوا ہے۔"

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کا مظہر ہے۔ البتہ اس کا نزول، اس کی تعلیم، اس کی قراءت اور اس کا حفظ بندوں کے افعال ہیں، جو حادث ہیں، جبکہ اصل کلامِ الٰہی ازلی ہے۔

قرآنِ مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے وحی کے ذریعے لے کر آئے۔ اس کا ہر لفظ اور ہر معنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اپنی تمام سورتوں اور آیات کے ساتھ معجز ہے اور قیامت تک کوئی شخص اس جیسی ایک سورت بھی پیش نہیں کر سکتا۔

تعریف میں "المتعبد بتلاوتہ" کی قید اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ قرآنِ مجید کی تلاوت بذاتِ خود عبادت ہے۔ دیگر آسمانی کتب یا احادیثِ نبویہ کا پڑھنا باعثِ ثواب ضرور ہے، لیکن ان کی تلاوت اس معنی میں عبادت نہیں جس معنی میں قرآن کی تلاوت عبادت ہے۔ "المکتوب فی المصاحف" سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ مجید مصاحف میں محفوظ اور مدون ہے، جبکہ "المنقول إلینا نقلاً متواتراً" اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن ہر دور میں اتنی بڑی جماعت نے نقل کیا ہے کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے۔ یہی تواتر قرآنِ کریم کے محفوظ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک دوسری تعریف میں قرآن کو یوں بیان کیا گیا ہے:

كِتَابٌ أَنْزَلَهُ اللَّهُ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ ﷺ بِالْوَحْيِ الْجَلِيِّ، هُوَ الْمَنْقُولُ إِلَيْنَا نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ.[13]

"وہ عربی کتاب جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحیِ جلی کے ذریعے نازل فرمائی، جو تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی اور مصاحف میں محفوظ ہے۔"

اس تعریف میں قرآن کے عربی ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قرآنِ مجید اپنی اصل اور غالب حیثیت کے اعتبار سے عربی کتاب ہے، اگرچہ اس میں بعض ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کی اصل دوسری زبانوں سے ملتی ہے، لیکن ان کے استعمال سے قرآن کی عربیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

وحیِ جلی سے مراد وہ وحی ہے جس میں الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے ہوں۔ چنانچہ قرآنِ مجید کا ہر لفظ اور ہر معنی منزل من اللہ ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی چند معروف تعریفیں ہیں، ورنہ اہلِ علم نے اس موضوع پر مزید تعریفات بھی ذکر کی ہیں۔ ان تمام تعریفات کا خلاصہ یہی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ معجز کلام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، عبادت کے طور پر پڑھا جاتا ہے، مصاحف میں محفوظ ہے اور تواتر کے ساتھ امت تک منتقل ہوا ہے۔

موضوعِ قرآن

قرآنِ مجید کے موضوع کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال منقول ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کا مرکزی موضوع توحید ہے، جبکہ بعض نے تبلیغِ دین کو اس کا موضوع قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ عقیدے کے اعتبار سے توحید قرآن کا بنیادی موضوع ہے اور عمل کے اعتبار سے تبلیغِ دین اس کا اہم مقصد ہے۔

توحید کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو نفع و ضرر کا حقیقی مالک سمجھے، اسی کو مشکل کشا جانے، اسی کی صفات کو اس کے ساتھ خاص مانے اور اس کے افعال میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اسی طرح عبادات، محبت، خوف، امید، سجدہ، نذر اور دعا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہوں۔

قرآنِ مجید بار بار انسان کو اسی عقیدۂ توحید کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے شرک کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ توحید اور شرک ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس لیے قرآن جہاں توحید کو ثابت کرتا ہے وہاں شرک کے باطل ہونے کو بھی واضح دلائل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

علماءِ عقائد نے توحید کی تعریف یوں کی ہے:

اعْتِقَادُ عَدَمِ شَرِيكٍ فِي الْإِلٰهِيَّةِ وَخَصَائِصِهَا [14] "الٰہیت اور اس کے خصائص میں کسی شریک کے نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا۔"

یعنی بندہ دل اور زبان دونوں سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اپنی حقیقت کے اعتبار سے مخلوق کی ذات اور صفات سے یکسر مختلف ہیں۔ اگرچہ بعض الفاظ مخلوق اور خالق دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، لیکن حقیقت اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسان کا علم، سماعت اور بصارت محدود ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم، سمع اور بصر غیر محدود اور کامل ہیں۔

اسی لیے بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا مکمل ادراک نہیں کر سکتا۔ جس طرح اس کی ذات کی حقیقت ہماری عقلوں کی گرفت سے باہر ہے، اسی طرح اس کی صفات کی حقیقت بھی ہمارے ادراک سے بلند تر ہے۔

قرآنِ مجید اسی توحید کے اثبات اور شرک کی نفی کے لیے مختلف قسم کے دلائل پیش کرتا ہے۔ کبھی عقلی دلائل بیان کرتا ہے، کبھی نقلی دلائل پیش کرتا ہے اور کبھی براہِ راست وحیِ الٰہی کے ذریعے حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ یہی قرآنِ مجید کے مضامین کا مرکزی محور اور اس کے پیغام کا بنیادی خلاصہ ہے۔

دلائلِ توحید

قرآنِ مجید کا بنیادی مقصد توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے۔ اسی لیے اس میں مختلف انداز سے ایسے دلائل بیان کیے گئے ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقین دلاتے اور شرک کے بطلان کو واضح کرتے ہیں۔ قرآن کے طالبِ علم کے لیے یہ جاننا نہایت اہم ہے کہ قرآن کریم توحید کے اثبات کے لیے کن دلائل سے استدلال کرتا ہے، کیونکہ اس سے آیات کے مقاصد اور مضامین کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

قرآنِ مجید میں توحید کے اثبات کے لیے تین بنیادی قسم کے دلائل بیان کیے گئے ہیں: دلائلِ عقلیہ، دلائلِ نقلیہ اور دلیلِ وحی۔ منکرِ توحید کے انکار کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ کبھی وہ عقل کی بنیاد پر اعتراض کرتا ہے، کبھی سابقہ روایات کا سہارا لیتا ہے، اور کبھی اپنے رسم و رواج اور معاشرتی مصالح کو دلیل بناتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید ہر قسم کے اعتراض کا جواب اسی مناسبت سے دیتا ہے۔

جب کفار نے تعجب کرتے ہوئے کہا:

﴿أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰـهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾[15]

"کیا اس نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا؟ بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔"

تو قرآنِ مجید نے ان کے اس عقلی اشکال کا جواب عقلی دلائل سے دیا۔

اور جب انہوں نے یہ کہا:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ إِنْ هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ﴾[16]

"ہم نے پچھلی ملت میں یہ بات نہیں سنی، یہ تو محض ایک من گھڑت بات ہے۔"

تو قرآنِ مجید نے سابقہ انبیاء اور آسمانی تعلیمات کے ذریعے اس اعتراض کا جواب دیا اور ثابت کیا کہ توحید تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی مشترکہ دعوت رہی ہے۔

اور جب کفار نے یہ مطالبہ کیا کہ قرآن کو بدل دیا جائے یا ایسا قرآن لایا جائے جس میں توحید کی دعوت نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾[17]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ صرف وحیِ الٰہی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ دلیلِ وحی ہے۔

دلائلِ عقلیہ

قرآنِ مجید میں عقلی دلائل دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم: عقلِ محض

اس قسم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم، حکمت اور عظیم تصرفات کو بنیاد بنا کر توحید کو ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾[18] اللہ تعالیٰ نے رات، دن، سورج اور چاند کو انسان کے فائدے کے لیے مسخر فرمایا۔ یہ عظیم نظام اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات کا خالق، مالک اور مدبر صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا عبادت کا مستحق بھی وہی ہے۔

دوسری قسم: عقلی علی سبیل اعترافِ خصم

اس قسم میں مخالف سے وہ امور تسلیم کروائے جاتے ہیں جن کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے، پھر انہی سے توحید پر استدلال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ... فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾[19]

یعنی ان سے پوچھئے کہ رزق کون دیتا ہے، سمع و بصر کا مالک کون ہے اور نظامِ کائنات کو کون چلاتا ہے؟ وہ خود جواب دیں گے: اللہ۔ پھر فرمایا: "تو کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے؟"

دلائلِ آفاقیہ و انفسیہ

عقلِ محض دلائل میں سے بعض آفاقی ہیں اور بعض انفسی۔

آفاقی دلائل وہ ہیں جو انسان کے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات سے متعلق ہوں، جیسے آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، دریا، ستارے، سورج، چاند اور دیگر مخلوقات۔

قرآنِ مجید بار بار انسان کو ان نشانیوں میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ خالقِ حقیقی کو پہچان سکے۔

آفاقی دلائل کی تین قسمیں ہیں:

سماوی یا علوی دلائل: جیسے آسمان، سورج، چاند اور ستارے۔

جوی دلائل: جیسے ہوا، بادل، بارش، درخت، پہاڑ، دریا اور سمندر۔

سفلی یا ارضی دلائل: جیسے زمین اور اس کے مختلف احوال۔

اس کے مقابلے میں انفسی دلائل وہ ہیں جو خود انسان کی ذات، اس کی تخلیق، اس کے اعضاء اور اس کے نظامِ حیات سے متعلق ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾[20]

"اور تمہارے اپنے وجود میں بھی نشانیاں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں؟"

دلائلِ نقلیہ

دلائلِ نقلیہ دو قسم کے ہیں: اجمالی اور تفصیلی۔

دلیلِ نقلی اجمالی

وہ دلیل جس میں کسی خاص نبی یا کسی خاص امت کا نام نہ لیا گیا ہو بلکہ عمومی طور پر تمام انبیاء کی دعوت کا ذکر ہو، جیسے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾[21]

اس آیت میں تمام رسولوں کی دعوت کا اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

دلیلِ نقلی تفصیلی

وہ دلیل جس میں کسی خاص گروہ یا خاص واقعہ کا ذکر ہو۔ اس کی متعدد صورتیں ہیں:

انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات اور ان کی دعوتِ توحید۔

سابقہ امتوں کے اہلِ ایمان کے اقوال و اعمال۔

جنات کے واقعات اور ان کا اقرارِ توحید۔
سابقہ آسمانی کتابوں سے توحید کے دلائل۔
فرشتوں کی گواہی اور ان کا اقرارِ توحید۔

سفارشات

مولانا شیر بہادر کے تفسیری منہج پر مزید تحقیقی مطالعات کیے جائیں۔
ان کے مقدمۂ تفسیر کو علومِ قرآن کے نصاب میں بطور معاون ماخذ شامل کیا جائے۔
ان کی علمی خدمات کو جدید تحقیق کے تقاضوں کے مطابق مرتب اور شائع کیا جائے۔
ان کے تفسیری اصولوں کا دیگر معاصر مفسرین سے تقابلی مطالعہ کیا جائے۔
ان کی تفسیری خدمات کو ڈیجیٹل صورت میں محفوظ اور عام کیا جائے۔

تجاویز برائے آئندہ تحقیق

مولانا شیر بہادر کے تفسیری منہج کا دیگر برصغیر کے مفسرین سے تقابلی جائزہ۔
ان کی تفسیر میں عقیدہ، فقہ اور دعوتی اسلوب پر مستقل تحقیقی مطالعہ۔
مقدمۂ تفسیر میں مذکور علومِ قرآن کی تطبیقی تحقیق۔
مولانا شیر بہادر کی علمی و تفسیری خدمات پر جامع سوانحی تحقیق۔
ان کی تفسیر کے مصادر و مراجع کا تفصیلی تحقیقی جائزہ۔

حوالاجات

[1]فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، القاموس المحیط، جلد 1، ص:49۔
[2]افریقی، محمد بن مکرم ابن منظور الإفریقی، لسان العرب، جلد 1، ص:128۔
[3]اصفہانی، راغب اصفہانی، علامہ، مفردات ألفاظ القرآن، ص:402۔
[4]السیوطي، جلال الدین السیوطي، الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس عشر في أسماء القرآن، ج 1، ص146۔
[5]محمد بن عبد اللہ بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی، ترک النسل تھے مگر مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی، محدث، مفسر، فقیہ، اصولی، اور علومِ قرآن کے ماہر تھے، البرہان فی علوم القرآن یہ ان کی سب سے مشہور کتاب ہے، البرہان فی علوم القرآن، ج 1، ص 7، مقدمہ۔
[6]البرہان في علوم القرآن علمِ قرآن کی مشہور اور جامع کتاب ہے جس کے مصنف امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ بدر الدین زرکشی (متوفی 794ھ) ہیں۔ مکمل نام: البرہان في علوم القرآن، موضوع یہ کتاب علومِ قرآن پر ہے، جس میں قرآنِ کریم سے متعلق مختلف علوم اور مباحث کو منظم انداز میں جمع کیا گیا ہے، مثلاً اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، اعجاز القرآن، جمعِ قرآن، قراءات وغیرہ۔
[7]محدث جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ)، الاتقان فی علوم القرآن۔
[8]القرآن الکریم، سورۃ یوسف 12:1۔
[9]القرآن الکریم، سورۃ المائدہ 5:15۔
[10]القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:2۔
[11]القرآن الکریم، سورۃ الإسراء 17:82۔
[12]زرقاني، محمد عبد العظیم الزرقاني، مناهل العرفان في علوم القرآن، ج:1، ص:21، دار الفکر، بیروت۔
[13]البزدوی، عبد العزیز بن أحمد البخاري (علاء الدین البخاري) کشف الأسرار عن أصول البزدوي، ج:1، ص:23، دار الکتاب الإسلامي، بیروت۔
[14]تفتازانی، سعد الدین التفتازاني، شرح العقائد النسفیة، ص:34، دار الکتب العلمیة، بیروت۔
[15]القرآن الکریم، سورۃ صٓ 38:5۔
[16]القرآن الکریم، سورۃ ص 38:7۔
[17]القرآن الکریم، سورۃ یونس 10:15۔
[18]القرآن الکریم، سورۃ النحل 16:12۔
[19]القرآن الکریم، یونس:10:31۔
[20]القرآن الکریم، الذریت۔ 51:21
[21]القرآن الکریم، الانبیاء 21:25۔